## احمد ندیم قاسمی (احمد شاہ)

- پیدایش : ۲۰ - نومبر ۱۹۱۶ء انگہ (پنجاب)
- وفات: ۱۰ - جولائی ۲۰۰۶ء لاہور
- تصانیف : چوپال، بگولے، برگِ حنا، آبلے، سیلاب، طلوع و غروب، نیلا پتھر

# بابا نُور

**حاصلاتِ تعلّم** یہ سبق پڑھ کر طلبہ : (۱) بات درمیان سے سُن کر سیاق و سبق سمجھیں اور موضوع سمجھا سکیں۔ (۲) کسی نثر پارے کو سُن کر اس میں پوشیدہ/موجود محاسن بیان کر سکیں۔ (۳) روزمرّہ زندگی میں اردو زبان کو اظہار و ابلاغ کے لیے استعمال کر سکیں۔

"کہاں چلے بابا نور؟" ایک بچّے نے پوچھا۔

"بس بھئی، یہیں ذرا ڈاک خانے تک۔" بابا نور بڑی ذمے دارانہ سنجیدگی سے جواب دے کر آگے نکل گیا اور سب بچے کِھل کِھلا کر ہنس پڑے۔

صرف مولوی قدرت اللہ چپ چاپ کھڑا بابا نور کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ بولا: "ہنسو نہیں بچو۔ ایسی باتوں پر ہنسا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے پروا ہے۔"

بچے خاموش ہو گئے اور جب مولوی قدرت اللہ چلا گیا، تو ایک بار پھر سب کِھل کِھلا کر ہنس پڑے۔ بابا نور نے مسجد کی محراب کے پاس رک کر جوتا اتارا، ننگے پاؤں آگے بڑھ کر محراب پر دونوں ہاتھ رکھے، اسے ہونٹوں سے چوما، پھر اسے باری باری دونوں آنکھوں سے لگایا، الٹے قدموں واپس ہو کر جوتے پہنے اور جانے لگا۔

بچّے یوں اِدھر اُدھر کی گلیوں میں کھسکنے لگے جیسے ایک دوسرے سے شرما رہے ہوں۔

بابا نور کا سارا لباس دھلے ہوئے سفید کھدر کا تھا۔ سر پر کھدر کی ٹوپی جو سر کے بالوں کی سفیدی سے گردن تک چڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی سفید داڑھی کے بال تازہ تازہ کنگھی کی وجہ سے خاص ترتیب سے سینے پر پھیلے ہوئے تھے۔گورے رنگ میں زردی نمایاں تھی، چھوٹی چھوٹی آنکھوں کی پتلیاں اتنی سیاہ تھیں کہ بالکل مصنوعی معلوم ہوتیں۔ لباس، بالوں اور جلد کی اتنی بہت سی سفیدی میں یہ دو کالے بھونرا نقطے بہت

اجنبی سے لگتے۔ لیکن یہی اجنبیت بابا نور کے چہرے پر بچپنے کی سی کیفیت طاری رکھتی تھی۔ اس کے کندھے پر سفید کھدر کا ایک رومال تھا جو لوگوں کے ہجوم سے لے کر مسجد کی محراب تک تین چار بار کندھا بدل چکا تھا۔

"ڈاک خانے چلے بابا نور ؟" دکان کے دروازے پر کھڑے ایک نوجوان نے پوچھا۔

"ہاں بیٹا، جیتے رہو۔" بابا نور نے جواب دیا۔

قریب ہی ایک بچّہ کھڑا تھا۔ تڑاخ سے تالی بجا کر چِلّایا، "آہاہا ،بابا نور ڈاک خانے چلا۔"

"بھاگ جا یہاں سے۔" نوجوان نے بچے کو گھُرکا۔

اور بابا نور جو کچھ دور گیا تھا، پلٹ کر بولا، "ڈانٹ کیوں رہے ہو بچّے کو۔ ٹھیک ہی تو کہتا ہے ۔ ڈاک خانے ہی تو جا رہا ہوں۔"

دور دور سے دوڑ دوڑ کر آتے ہوئے بچے بے اختیار ہنسنے لگے اور بابا نور کے پیچھے ایک جلوس مرتّب ہونے لگا، مگر آس پاس سے نوجوان لپک کر آئے اور بچوں کو گلیوں میں بکھیر دیا۔

بابا نور اب گاؤں سے نکل کر کھیتوں میں پہنچ گیا تھا۔ پگ ڈنڈی مینڈ مینڈ جاتی ہوئی اچانک ہرے بھرے کھیتوں میں اترتی، تو بابا نور کی رفتار میں بہت کمی آجاتی۔ وہ گندم کے نازک پودوں سے پاؤں، ہاتھ اور چولے کا دامن بچاتا ہُوا چلتا۔ اگر کسی مسافر کی بے احتیاطی سے کوئی پودا پگڈنڈی کے آر پار کٹا ہوا ملتا، تو بابا نور اسے اٹھا کر دوسرے پودوں کے سینے سے لپٹا دیتا اور جس جگہ سے پودے نے خم کھایا تھا، اسے کچھ یوں چھوتا جیسے زخم سہلا رہا ہے۔ پھر وہ کھیت کی مینڈ پر پہنچ کر تیز تیز چلنے لگتا۔

چار کسان پگڈنڈی پر بیٹھے حقّے کے کش لگا رہے تھے ۔ایک لڑکی گندم کے پودوں کے درمیان سے کچھ اس صفائی سے درانتی سے گھاس کاٹتی پھر رہی تھی کہ مجال ہے جو کسی پودے پر خراش آجائے۔ بابا نور ذرا سا رک کر لڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہ گھاس کی دستی کاٹ کے ہاتھ پیچھے لے جاتی۔ گھاس پیٹھ پر لٹکی گٹھڑی میں ڈال، پھر درانتی چلانے لگتی۔

"بھئی کمال ہے۔" بابا نور نے دور ہی سے کسانوں کو مخاطب کیا۔ "یہ لڑکی تو بالکل مداری ہے۔ اتنی لمبی درانتی چلا رہی ہے۔ چپّے چپّے پر گندم کا پودا اُگ رہا ہے لیکن درانتی گھاس کاٹ لیتی ہے اور گندم کو چھوتی تک نہیں۔ یہ کس کی بیٹی ہے ؟"

"کس کی بیٹی ہے بیٹا ؟" بابا نے لڑکی سے پوچھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، تو ایک کسان کی آواز آئی،

"میری ہے بابا۔"

"تیری ہے؟" بابانور کسانوں کی طرف جانے لگا۔ "بڑی سیانی ہے، بڑی اچھی کسان ہے۔ خدا حیات لمبی کرے۔"
"آج کہاں چلے بابا؟" لڑکی کے باپ نے پوچھا۔ "ڈاک خانے؟" دوسرے نے پوچھا۔

"ہاں۔" بابا نور ان کے پاس ذرا سا رک کر بولا، "میں نے کہا پوچھ آؤں شاید کوئی چٹّھی وٹّھی آئی ہو۔"

چاروں کسان خاموش ہوگئے۔ انھوں نے ایک طرف ہٹ کر پگڈنڈی چھوڑ دی اور بابا نور آگے بڑھ گیا۔ ابھی وہ کھیت کے پرلے سرے پر پہنچا ہی تھا کہ لڑکی کی آواز آئی، "لسی پیوگے بابا نور؟"

بابا نور نے مڑ کر دیکھا اور گاؤں سے نکلنے کے بعد پہلی بار مسکرایا۔ "پی لوں گا بیٹا۔" پھر ذرا رک کر بولا: "پر دیکھ ذرا جلدی سے لادے۔ڈاک کا منشی ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتا ہے، چلا نہ جائے۔"

لڑکی نے گھاس کی گٹھڑی کندھے سے اتار وہیں کھیت میں رکھی۔ پھر وہ دوڑ کر مینڈ پر اُگی ایک بیری کے پاس آئی۔ تنے کی اوٹ میں پڑے برتن کو خوب چھلکایا، ایلومونیم کا کٹورا بھرا اور لپک کر بابا نور کے پاس جا پہنچی۔

بابا نے ایک ہی سانس میں سارا کٹورا پی کر رومال سے ہونٹ صاف کیے، بولا: "نصیبہ اس لسّی کی طرح صاف ستھرا ہو بیٹا۔" اور آگے بڑھ گیا۔

مدرسے کے برآمدے میں ڈاک کا منشی بہت سے لوگوں کے درمیان بیٹھا روزانہ کے فارم پُر کر رہا تھا۔ وہ دیہاتیوں کو معلومات سے بھی مستفید کرتا رہتا، "میرا سالا وہاں کراچی میں چپراسی کا کام کرتا تھا۔جب وہ مرا، تو مجھے فاتحہ پڑھنے کراچی جانا پڑا۔

بات یہ ہے دوستو! کہ ایک بار کراچی ضرور دیکھ لو، چاہے وہاں گدھا گاڑی میں جُتنا پڑے۔ اتنی موٹر کاریں ہیں کہ ہمارے گاؤں میں تو اتنی چڑیاں بھی نہیں ہوں گی۔ ایک سیٹھ کہہ رہا تھا کہ بس ایک اور بڑی لام لگ جائے، تو کراچی ولایت بن جائے۔ کہتے ہیں کتنی بار لام لگنے لگی پر لگتے لگتے رہ گئی۔ کوئی نہ کوئی بیچ میں ٹانگ اڑا دیتا ہے۔ کہتے ہیں لام میں لوگ مریں گے۔ کوئی پوچھے لام نہ لگی، تو جب بھی تو لوگ مریں گے۔ لام میں گولے سے مریں گے، ویسے بھوک سے مر جائیں گے۔ ٹھیک ہے نا۔"

"ٹھیک ہی تو ہے۔" ایک دیہاتی بولا۔ "پر منشی جی پہلے یہ بتاؤ کہ لفافہ اکنّی کا کب کروگے؟" منشی نے اسے کچھ سمجھانے کے لیے سامنے دیکھا تو اس کی نظر ایک نقطے پر جیسے جم کر رہ گئی۔ اس کا رنگ فق ہو گیا اور وہ بجھی ہوئی آواز میں بولا: "بابا نور آ رہا ہے۔" سب لوگوں نے پلٹ کر دیکھا اور پھر سب کے چہرے کملا گئے۔

بچے مدرسے کے دروازوں اور کھڑکیوں میں جمع ہو کر "بابا نور۔ بابا نور۔" کی سر گوشیاں کرنے لگے۔ منشی نے انھیں ڈانٹ کر اپنی اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔ سفید براق بابا نور سیدھا مدرسے کے برآمدے کی طرف آ رہا تھا اور لوگ جیسے سہمے جا رہے تھے۔

برآمدے میں پہنچ کر اس نے کہا: "ڈاک آگئی منشی جی ؟"

"آگئی بابا۔" منشی نے جواب دیا۔

"میرے بیٹے کی چٹّھی تو نہیں آئی ؟" بابا نے پوچھا۔

"نہیں بابا۔" منشی بولا۔

بابا نور چپ چاپ واپس چلا گیا۔ دور تک پگڈنڈی پر ایک سفید دھبّا رینگتا ہوا نظر آتا رہا اور لوگ دم بہ خود بیٹھے اسے دیکھتے رہے۔

پھر منشی بولا: "دس سال سے بابا نور اسی طرح آرہا ہے۔ یہی سوال پوچھتا اور یہی جواب لے کر چلا جاتا ہے۔ بے چارے کو یہ یاد ہی نہیں رہا کہ سرکار کی وہ چٹّھی بھی تو میں نے ہی اسے پڑھ کر سنائی تھی۔ اس میں خبر تھی کہ بابا کا بیٹا برما میں بم کے گولے کا شکار ہو چکا۔جب سے وہ پاگل سا ہو گیا ہے۔ مگر خدا کی قسم ہے دوستو! اگر آج کے بعد وہ پھر میرے پاس یہی پوچھنے آیا، تو مجھے بھی پاگل کر جائے گا۔"

(ماخوذ از : بازارِ حیات)

## مشق

**سوال نمبر۱ : درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:**

(الف) بابا نور ڈاک خانے کے چکّر کیوں لگاتا تھا؟

(ب) بابا نور نے کھیت میں کام کرتی لڑکی کی کیوں تعریف کی؟

(ج) بابا نور کا افسانے میں بیان کردہ حلیہ اپنے الفاظ میں لکھیے؟

(د) کس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابا نور کے کردار میں معصومیت، درد مندی اور خیر خواہی کے عناصر موجود تھے؟

(ہ) اِس افسانے کا انجام ہماری فکر اور احساس پر کیا اثرات مرتّب کرتا ہے ؟

(و) کن باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک دیہاتی ماحول کا افسانہ ہے ؟

سوال نمبر۲ : درج ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالۂ سیاق و سباق کیجیے:

(الف) پھر وہ بولا : "ہنسو نہیں بچّو، ایسی باتوں پر ہنسا نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی ذات بے پروا ہے۔"

(ب) "بابا نور جو کچھ دور گیا تھا، پلٹ کر بولا، ڈانٹ کیوں رہے ہو بچے کو۔ ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔ ڈاک خانے ہی تو جارہا ہوں۔"

(ج) "اُس کا رنگ فق ہوگیا اور وہ بجھی ہوئی آواز میں بولا بابا نور آرہا ہے۔"

سوال نمبر۳ : اس افسانے کا خلاصہ تحریر کیجیے۔

سوال نمبر۴ : اس افسانے کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔

سوال نمبر۵ : بابا نور جیسے کسی حقیقی کردار کے بارے میں چند واقعات پر مشتمل مختصر کہانی لکھیے۔

سوال نمبر۶ : درج ذیل واحد الفاظ کی جمع لکھیے:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| کیفیت | مسجد | کمال | مدرسہ | قدم |

سوال نمبر۷ : ذیل کے الفاظ و تراکیب اور محاورے جملوں میں استعمال کیجیے:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| اجنبیت | پگڈنڈی | دامن بچانا | زخم سہلانا | دم بہ خود |
| رنگ فق ہونا | نصیبہ | مستفید کرنا | سرگوشیاں | ہوا کے گھوڑے پر سوار رہنا |

سوال نمبر۸ : دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) بابا نور دس سال سے جاتا تھا:
(الف) اسٹیشن (ب)ڈاک خانے (ج)اسکول (د)بازار

(۲) سفید کھدر کا رومال تھا بابا نور کے:
(الف) سر پر (ب) گھر پر (ج)کندھے پر (د)ناک پر

(۳) لڑکی گندم کے کھیت میں کاٹ رہی تھی:
(الف) سبزی (ب)چارہ (ج)لکڑیاں (د)گھاس

(۴) لڑکی نے بابا نور کے لیے کٹورا بھرا:
(الف)لسّی کا (ب)پانی کا (ج)شربت کا (د)دودھ کا

(۵) "بابا نور" احمد ندیم قاسمی کا تحریر کردہ ہے:
(الف) ناول (ب)ناولٹ (ج)افسانہ (د)رپورتاژ

## سرگرمیاں

- طلبہ کمرۂ جماعت میں باری باری بتائیں گے کہ اُنھیں اس افسانے نے کس نئے جذبے یا احساس سے آشنا کیا۔
- طلبہ کمرۂ جماعت میں روزمرّہ زندگی سے متعلق کسی موضوع پر چار سے پانچ منٹ کی گفتگو میں حصّہ لیں گے۔

## برائے اساتذہ

- اس افسانے کا کوئی منتخب حصّہ طلبہ سے پڑھوائیے اور اُنھیں قرأتِ متن کے اصول بتائیے۔
- طلبہ کو بتائیے کہ تمام نثری اصنافِ ادب میں افسانے کا امتیاز کیا ہے۔
- طلبہ کو کہانی سننے سنانے کے دل چسپ مشغلے کی اہمیت اور افادیت سے آگاہ کیجیے۔
- طلبہ کو بتائیے کہ افسانہ شعور کی ترقی اور ہماری فکری و اخلاقی تربیت میں کیا کردار ادا کرسکتا ہے۔